16.2 تمہید

عزیز طلبا! حفیظؔ جالندھری نے جب ہوش سنبھالا اس وقت ہندوستان کا ہر آدمی جنگ آزادی کے لیے کوشاں تھا۔جس طرح سے ہر انسان کا اپنے ماحول پر اثر پڑتا ہے اسی طرح حفیظؔ جالندھری پر بھی اپنے ماحول کا اثر پڑا۔کسی تخلیق کار کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے اس کے خاندانی وسماجی ماحول اور معاشی حالات کو نظر میں رکھنا ضروری ہے۔اس کے بغیر اس کی شخصیت کو مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔اس اکائی میں حفیظؔ جالندھری پر تفصیل سے گفتگو کرتے ہوئے ایسی کوشش کی گئی ہے کہ آپ حفیظؔ جالندھری کے حالاتِ زندگی،ان کے خاندانی وسماجی اور معاشی ماحول سے واقف ہوسکیں۔ان کی شاعری کی خصوصیات آپ کے پیشِ نظر رہیں۔اس کے علاوہ نصاب میں شامل نظموں ''آخری رات'' اور ''دھنک'' کے تجزیے کے ذریعہ آپ کی معلومات میں اضافہ ہو۔

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY

ی۔حفیظ نے پہلے قرآن پڑھا پھر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد انھیں مشن اسکول میں داخل کرایا گیا مگر حفیظؔ جالندھری نے ساتویں تک تعلیم حاصل کر کے پڑھنے لکھنے سے اپنا سلسلہ منقطع کرلیا۔کچھ وقت یوں ہی گزارنے کے بعد انھوں نے ریلوے میں ٹائم کیپنگ پھر عطر فروشی جیسے کام کیے مگر ان کاموں میں ان کا دل نہیں لگا۔جب ۱۹۱۷ء میں حفیظؔ کی شادی خالہ زاد بہن سے ہوئی تو انھوں نے گزر اوقات کے لیے فوجی وردیاں سینے کا کام شروع کیا۔پھر انھوں نے اوکاڑہ میں سنگر مشین کمپنی کے اہلکار کے طور پر اپنی خدمات انجام دیں۔مگر یہاں بھی وہ زیادہ دنوں تک ٹھہر کر کام نہیں کر سکے۔اس کے بعد حفیظؔ جالندھری کی دلچسپی صحافت کی جانب ہوئی اور انھوں نے جالندھر سے 'اعجاز' نام کا رسالہ نکالنا شروع کیا مگر پانچ شماروں سے زیادہ نہیں نکال سکے۔

مشق 1

1۔ حفیظؔ جالندھری کے آباواجداد کس بادشاہ کے عہد میں ہندوستان آئے؟

حفیظؔ نے گیارہ سال کی چھوٹی عمر میں ہی شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ سترہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے ان کی شہرت جالندھراور اس کے قرب وجوار میں پھیل گئی تھی۔ اس زمانے میں داغؔ کی شہرت کی وجہ سے انھوں نے داغؔ کی تقلید کرنا شروع کر دی مگر جب جالندھر میں ان کی ملاقات فارسی کے مشہور شاعر گرامیؔ سے ہوئی تو حفیظؔ نے ان کی شاگردی اختیار کی۔ استاد کی ہدایت کے مطابق انھوں نے داغؔ کی تقلید چھوڑ کر اپنے رنگ میں شعر کہنے شروع کیے۔ آہستہ آہستہ شاعری میں حفیظؔ کی انفرادیت قائم ہوگئی۔

۱۹۲۲ء میں حفیظؔ لاہور گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چونکہ اس سے قبل وہ صحافت سے جڑے تھے۔ لہٰذا یہاں وہ ماہنامہ ''شباب اردو''، ''ہزار داستان'' اور ''نونہال'' کے اداروں سے جڑے مگر وہاں بھی چند ماہ سے زیادہ ملازمت نہیں کر سکے۔ پھر رسالہ ''تہذیبِ نسواں'' اور اخبار ''پھول'' میں بحثیت مدیر خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ''مخزن''، ہفت روزہ ''کارزار'' اور ''حمایتِ اسلام'' میں بھی ادارت کی ذمہ داری سنبھالی۔

مشق 2

1۔ حفیظؔ کن اداروں سے وابستہ ہوئے ان کے نام تحریر کیجیے۔

اس وقت لاہور میں کثرت سے مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ حفیظؔ مشاعروں میں جانے لگے اور جلد ہی ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ مختلف ملکوں کے مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ حفیظؔ کی آواز اچھی ہونے کے سبب ترنم سے شعر پڑھتے تھے۔ غزل گوئی میں کامیابی کے بعد انھوں نے مترنم نظمیں لکھنی شروع کیں جو غزلوں سے زیادہ کامیاب ہوئیں۔ ۱۹۲۵ء میں ان کا پہلا مجموعہ ''نغمہ زار'' کے نام سے منظرِ عام پر آیا جو لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنا۔ لاہور کے مشاعروں کے دوران حفیظؔ جالندھری نے ''شاہنامہ اسلام'' لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۷ء تک انھوں نے اس کی چار جلدیں شائع کروائیں جس کی پہلی جلد سے ہی اس کی مقبولیت قائم ہوگئی۔

مشق 3

1۔ حفیظؔ جالندھری کا پہلا مجموعۂ کلام کب شائع ہوا؟

2۔ ''شاہ نامہ اسلام'' حفیظؔ نے کب لکھنا شروع کیا؟

حفیظؔ کی بڑھتی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے نواب خیر پور، نواب بہاولپور اور نظام حیدر آباد اپنی ادبی محفلوں میں انھیں مدعو کرنے لگے۔ ۱۹۳۳ء میں حفیظؔ نے اپنا دوسرا مجموعۂ کلام 'سوز وساز' کے نام سے شائع کروایا۔ ۱۹۳۸ء میں حفیظؔ، سر عبدالقادر کے ہمراہ انگلستان گئے۔ وہاں انھوں نے انیلا نام کی ایک انگریز خاتون سے دوسری شادی کر لی۔ مگر یہ رشتہ زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہ سکا۔

مشق 4

1۔ حفیظؔ کے دوسرے شعری مجموعے کا سنِ اشاعت کیا ہے؟

جب دوسری عالمی جنگ شروع ہوئی تو حکومت نے ہندوستانیوں کو فوج میں بھرتی کی ترغیب دینے کے لیے ''سانگ پبلسٹی ڈپارٹمنٹ'' کا انھیں ڈائریکٹر مقرر کیا۔ جس میں حفیظؔ نے بہت سے گیت خود لکھے اور دوسروں

سے بھی لکھوائے جو ریڈیو پر نشر ہوتے تھے۔ حفیظ کو ۱۹۳۵ء میں ''خان صاحب'' اور ۱۹۴۶ء میں ''خان بہادر'' کے خطاب سے نوازا گیا۔ ایک مشاعرے میں ان کو ''ابوالاثر'' کا لقب بھی دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء میں حفیظ کا تیسرا مجموعۂ کلام ''تلخابۂ شیریں'' کے نام سے اشاعت پذیر ہوا۔

پاکستان بننے کے بعد حفیظ ۱۹۴۷ء میں لاہور پہنچے اور ۱۹۴۸ء میں اخبار ''آزاد کشمیر'' سے وابستہ ہوگئے۔ انھوں نے آزاد کشمیر کے لیے خوبصورت ترانہ 'وطن ہمارا آزاد کشمیر' بھی تحریر کیا۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۵۷ء کے درمیانی سالوں میں وہ کراچی میں رہے۔ ۱۹۵۴ء میں ان کی پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا تو انھوں نے ۱۹۵۵ء میں ایک ریڈیو آرٹسٹ خورشید سے نکاح کرلیا۔ حفیظ اولادِ نرینہ سے محروم رہے۔ پہلی بیوی سے چھ بیٹیاں اور تیسری سے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ۱۹۵۸ء میں حفیظ نے پاکستان کی جانب سے ''افریشیائی رائٹرز کانفرنس'' میں شامل ہونے کے لیے تاشقند کا سفر کیا۔ پھر انھوں نے ماسکو، لینن گراڈ اور سائبریا کے سفر کیے۔ ان سفروں سے متعلق تاثرات انھوں نے ۱۹۷۲-۷۳ء میں ''سیارہ ڈائجسٹ'' میں شائع کروائے۔ حفیظ کا چوتھا مجموعۂ کلام ''چراغِ سحر'' ۱۹۷۳ء میں منظرِ عام پر آیا۔

مشق 5

1۔ حفیظ کو کن خطابات سے نوازا گیا؟

2۔ حفیظ کے تیسرے مجموعۂ کلام کا نام اور سنِ اشاعت تحریر کیجیے؟

جب صدر ایوب کا مارشل لا لگا تب حفیظ 'محکمہ تعمیر نو' سے وابستہ ہوگئے۔ کچھ سال کام کرنے کے بعد ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ پھر انھوں نے کوئی ملازمت نہیں کی اور بقیہ عمر وہیں لاہور میں گزاری۔ پاکستان کا موجودہ ترانہ حفیظ نے لکھا جسے ۱۹۵۴ء میں حکومت کی جانب سے منظور کرلیا گیا۔ حفیظ جالندھری عمر کے آخری حصے میں بہت کمزور ہوگئے تھے۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۸۱ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

شاعری کے علاوہ بھی حفیظ کی تحریریں ملتی ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں افسانوی مجموعہ 'ہفت پیکر'' طبع ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں ''معیاری افسانے'' کے نام سے افسانوی مجموعہ منظر عام پر آیا۔ ۱۹۷۶ء میں ''نثرانے'' کے نام سے انشائیے اور تاثراتی مضامین لوگوں کے سامنے آئے۔ بچوں کے لیے بھی انھوں نے کتابیں تحریر کیں۔

مشق 6

1۔ حفیظ جالندھری کی وفات کب اور کہاں ہوئی؟

2۔ حفیظ جالندھری کے افسانوی مجموعوں کے نام لکھیے۔

16.3.2 حفیظ جالندھری کی نظم نگاری

بیسویں صدی کی چوتھی دہائی اردو ادب کے ارتقا میں اہمیت کی حامل ہے۔ اس زمانے کے شعرا و ادبا نے اردو ادب کو نئی زندگی اور توانائی بخشی۔ حفیظ جالندھری نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے گرد و پیش کا اثر قبول کیا اور اردو شاعری کو نئے افق سے روشناس کرایا۔ انھوں نے شاعری میں ہئیتی اعتبار سے نئے تجربے کیے۔ حفیظ جالندھری

کا شمار اردو ادب کے ممتاز شاعروں میں ہوتا ہے۔غزلوں کے مقابلے میں ان کی نظموں نے زیادہ شہرت حاصل کی۔انھوں نے مختلف موضوعات پر دلکش پیرایے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ان کی نظموں میں خوبصورت الفاظ نغمگی کی کیفیت کے ساتھ پیش کیے گئے ہیں۔حفیظؔ نے چاند کی سیر، وطن، میری شاعری، تصویرِ کشمیر، یوروپ کی نیرنگینیاں، سردی، دھنک، آخری رات، رقاصہ جیسی نظمیں تحریر کیں۔

حفیظؔ کی نظم ''چاند کی سیر'' جس میں شاعر نہ صرف چاند کی سیر کراتا ہے بلکہ چاند کی روشنی میں رونما ہونے والے مختلف واقعات کو بھی قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے۔نظم میں سب سے پہلے شاعر دنیا کی منظرکشی کرتا ہے کہ کس طرح رات کے وقت پوری دنیا میں سکوت چھایا ہوا ہے۔چاند کی روشنی پورے عالم میں اپنا نور پھیلا رہی ہے۔ ایسے میں شاعر قارئین کی توجہ شراب کی محفلوں کی جانب کراتا ہے کہ کیسے یہاں موجود انسان نشے میں اپنے ہوش و حواس زائل کر کے دوسروں کی عزت سے کھیل رہے ہیں۔عورت کی دکھ بھری کہانی کے ساتھ شاعر لوگوں کی توجہ اخلاقی زوال کی جانب کراتا ہے کہ کس طرح آہستہ آہستہ اخلاقی قدریں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔شاعر بادشاہ اور گدا کے ذکر کے ساتھ ہی عبرت انگیز نتیجے پر نظم کو ختم کرتا ہے کہ بظاہر چاند کی روشنی میں چہار جانب سکوت چھایا ہے مگر بغور دیکھا جائے تو اس چاندنی رات میں ہر طرف ہنگامے موجود ہیں۔

''اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے'' اس نظم کے متعلق یہ واقعہ مشہور ہے کہ حفیظؔ نے یہ نظم انگلستان میں اپنے دوست کے لیے کہی تھی۔اس کا انداز اتنا پراثر ہے کہ جس کو سننے کے بعد کئی ہندوستانی اپنے وطن واپس لوٹ آئے تھے۔وطن سے متعلق یہ نظم بارہ بندوں پر مشتمل ہے۔اس میں ہندستان کی عظمت و بلندی دکھاتے ہوئے اس کا مقابلہ انگلستان سے کیا گیا ہے۔ ہندوستان کے فطری مناظر کے ساتھ ساتھ ہندوستانی وفاشعار عورت کا مقابلہ انگلستان کی شوخ وخوبصورت حسیناؤں سے کیا ہے۔شاعر نظم میں لوگوں کی توجہ اس جانب کراتا ہے کہ وہ کس طرح کی زندگی گزارنا پسند کریں گے۔انگلستان میں مادی ترقی کے شور و ہنگامے والی زندگی اسے پسند ہے یا پھر وہ اپنے ملک ہندوستان میں سکون و عافیت والی زندگی گزارنے کو اولیت دیں گے۔حفیظؔ جالندھری ہندوستان کی پر سکون زندگی اور مشرقی عورت کی سادگی پسند کرتے ہیں۔انھیں اپنے وطن کی سادہ اشیا انگلستان کی پر تکلف اشیا سے بہتر لگتی ہیں جس کا ذکر انھوں نے اپنی اس نظم میں کیا ہے۔ ہندوستان کے فطری مناظر بھی دل لبھانے والے ہیں۔نظم کا یہ بند اس کی عکاسی کرتا ہے:

اپنے وطن میں
سب کچھ ہے پیارے

اپنے وطن کے دن رات نیارے
وہ چاند سورج نوری غبارے
وہ ندیاں ہیں امرت کے دھارے
دنیا سے اونچے پربت ہمارے

باغ اور آکاش

پھول اور تارے

سب منظر ہیں میرے تمہارے

اپنے وطن میں

سب کچھ ہے پیارے

شاعر نے جذبات کو دلکش اور خوبصورت انداز میں بیان کر کے اس نظم کے ذریعے ہندوستانیوں کے دلوں میں اپنے وطن کے لیے محبت جگانے کا کام کیا ہے۔ حفیظؔ جالندھری نے ''رقاصہ'' نظم میں ہندوستانی عورت کے دوسرے روپ کو پیش کیا ہے۔ پہلے تو شاعر خود رقاصہ کی حسین اداؤں کا اسیر ہو جاتا ہے پھر یکایک اس کا ذہن اس جانب ملتفت ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی مشرقی عورت ہے جس کی شرم و حیا کے چرچے دور دور تک ہیں۔ غور کرنے پر وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ عورت کو اس مقام تک لانے والا مرد ہی ہے۔ اس نے ہی اسے بازار کی دنیا سے واقف ہونے پر مجبور کیا۔ اخلاقی زوال پر نوحہ کرتے ہوئے وہ مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت پر طنز کرتا ہے کہ اسلام کی اعلیٰ قدروں کو نظر انداز کر کے وہ مادی لذتوں میں کس طرح گرفتار ہیں کہ اپنی بنیادی تعلیم کو بھولتے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے نفس کا احتساب نہ کر کے بے حسی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ شاعر اس نظم کے ذریعہ لوگوں کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ حفیظؔ جالندھری کی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں اس نظم میں ایک کیفیت پیدا کر دی ہے جس سے انسان غور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ حفیظؔ کی ایک نظم ''تیری منزل دور'' بھی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں انھوں نے اپنے حسنِ تخیل سے خیالات کی خوبصورت تعمیر کی ہے اور اس فلسفے کو پیش کیا ہے کہ عقل غور و فکر کرنا سکھاتی ہے۔ وہ مصلحت کو پیشِ نظر رکھتی ہے اس لیے اقدام سے پیچھے ہٹ جاتی ہے۔ جبکہ عشق نتیجے سے بے پرواہ ہو کر قدم اٹھا لیتا ہے۔ مثلاً

تیری منزل دور

مسافر

تیری منزل دور

جس منزل کی تجھ کو لگن ہے

اس منزل کی راہ کٹھن ہے

اس منزل تک عشق ہی جائے

عقل بیچاری خستہ تن ہے

فکر وہاں معذور

مسافر

تیری منزل دور

حفیظؔ نے اس نظم میں فلسفۂ عقل وعشق کو موضوع بنایا ہے۔ مگر فلسفیانہ افکار کی ترجمانی نہ کر کے لطیف اشاروں کے ذریعہ اپنی بات کہی ہے۔

حفیظؔ جالندھری نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھا کر اپنے تاثرات وخیالات کو بحسن وخوبی پیش کیا ہے۔ ان کی نظموں میں کہیں الفاظ کا جادو دکھتا ہے تو کہیں سادہ بیانی۔ کہیں موضوعات کا اچھوتا پن ہے تو کہیں شاعرانہ لطافت نظر آتی ہے۔ حفیظؔ کے کلام میں جو بات قارئین کو متوجہ کرتی ہے وہ اس کا مترنم اور دلکش اسلوب ہے۔ حفیظؔ فرسودہ رنگ میں شاعری نہیں کرتے ہیں بلکہ ان کی شاعری میں رنگ ونور کا عجب عالم دکھائی دیتا ہے۔ جس کے متعلق فراقؔ گورکھپوری لکھتے ہیں:

> ''یہ بے تکلف اور بے لاگ اور نکھار، یہ شوخ اور رنگینی یہ دھن اور یہ سریلا پن،
> یہ رس، یہ کسک اور یہ انگڑائیاں ہم کو آج تک کسی شاعر میں اور کہیں نہیں ملتیں۔
> معلوم ہوتا ہے کہ مصرعے اور شعر کہے نہیں گئے ہیں بلکہ چھلک پڑتے ہیں۔''
>
> (دیباچۂ شاہنامۂ اسلام، جلد چہارم، ص۱۴)

حفیظؔ جالندھری سادہ اور عام فہم الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ثقیل تشبیہات واستعارات کے نہ ہونے سے قاری الجھن کا شکار نہیں ہوتا اور دل کی بات فوراً دل پر اثر کر جاتی ہے۔ جذبے کے بیان میں سیدھی سادی اور عام فہم زبان جتنا اہم رول نبھاتی ہے اتنا مشکل تشبیہات واستعات اور تراکیب سے پُر زبان اپنا کردار ادا نہیں کر پاتی ہے۔ حفیظؔ نے جن موقوں پر تشبیہات واستعارات اور تراکیب کا استعمال کیا بھی ہے تو وہ لطیف اور دلکش انداز میں کیا ہے جو قارئین کے دل کو متاثر کرتی ہیں۔ سادہ اور عام فہم الفاظ کے لیے ان کی نظم ''برسات'' کا یہ بند دیکھیے جس میں سلیس اور رواں انداز میں برسات کے موسم میں عورتوں کے دلی جذبات کی عکاسی کچھ یوں کی گئی ہے:

اِٹھلا رہی ہیں
اِترا رہی ہیں
خوبان ہندی حوران ارضی
شمعیں گھروں کی
نازک دوپٹے رنگین ہلکے
سر پہ سنبھالے شانوں پہ ڈالے
مینہ لاکھ برسے جی لاکھ ترسے
نکلیں نہ گھر سے شوہر کے ڈر سے
اپنی نظر سے
شرما رہی ہیں
اِٹھلا رہی ہیں اِترا رہی ہیں

نظم کے اس حصے میں جو استعارات استعمال کیے گئے ہیں وہ شاعر کے جذبات و خیالات میں رنگ بھرنے اور تصویروں میں شدت پیدا کرنے کے لیے استعمال کیے گئے ہیں۔ اس بند کی قرآت سے سیدھی سادی ہندوستانی عورت کی تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔

الغرض حفیؔظ کے کلام میں خوبصورت اور حسین الفاظ نغمے کی کیفیت پیدا کرتے ہیں مگر اکثر جگہ وہ الفاظ کے سحر میں ایسے الجھ جاتے ہیں کہ موضوع کو نقصان پہنچا دیتے ہیں اور نظمیں داخلیت کے بجائے خارجیت سے قریب ہو جاتی ہیں۔ ایسا کم ہی نظموں میں ہوا ہے، بیشتر نظمیں اپنے مترنم، شیریں اندازِ بیان کے سبب قاری کو متاثر کرتی ہیں۔ فراؔق گورکھپوری ان کی نظموں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہوتے ہیں:

> ''حفیؔظ کی شاعری نے جن خوبیوں کی وجہ سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچا ان میں سب سے زیادہ نمایاں خوبی ان کی نظموں کا سنگیت، ترنم تھا۔ یہ چیز اکبؔر، چکبسؔت، اقباؔل اور جوشؔ ملیح آبادی (یا یوں کہنا چاہیے) حفیؔظ سے پہلے کسی اور شاعر کے یہاں اس رنگ اور اس شکل سے ہمیں نہیں ملتی۔ موسیقی اور شاعری، گیت اور نظم، ترانہ اور ادب کا ایسا میل پہلے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔''

(دیباچۂ شاہنامہ اسلام جلد چہارم، ص۵٦)

حفیؔظ کی شاعری میں موسیقیت پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ ان کے یہاں نظم کا غنائی پہلو زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ حفیؔظ نے فطرت کی عکاسی دل آویز پیرایے میں کی ہے۔ مناظرِ قدرت کو وہ پس منظر کے طور پر استعمال کر کے اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ انھوں نے ہئیتی اعتبار سے بھی نظموں میں کافی تجربے کیے۔ انھوں نے اپنے جذبات و خیالات کا ایسے انداز میں اظہار کیا جو اردو ادب کے لیے نیا تھا۔ ان کی نظم ''تاروں بھری رات'' کا یہ بند ملاحظہ کیجیے جس میں حفیؔظ خوبصورت منظر نگاری کے ساتھ ایک ہئیتی تجربہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں:

خاموش پانی محوِ روانی
چلنا مچلنا پہلو بدلنا
بہتا بہاتا کچھ گنگناتا
بل ہے جبیں پر
تاروں کا دفتر
سینے کے اندر
چاتر گیانی! خاموش پانی!

اس نظم میں شاعر نے موسیقیت، مصوری اور خوبصورت الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ رات کی خاموش فضا کا فطرت پر بھی اثر مرتب ہو رہا ہے۔ جس پانی کی صفت گنگناتے ہوئے بہنا ہے وہ خاموشی سے اپنی پیشانی پر بل ڈالے ہوئے بہہ رہا ہے۔ رات کی خاموش فضا نے لہروں کو بھی دم بخود کر دیا ہے۔ اس نظم کی ہئیت نئی ہے جس میں وہ

تجربہ کرکے ایک کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ مظفر شمیری اپنی کتاب میں حفیظ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

''حفیظ نے اپنی نظموں کے ذریعے سے کیف و مسرت سے پُر، فطری مناظر کی تصویر کشی کرکے اردو میں منظرکشی کے موضوع پر ایک دلکش اضافہ کیا ہے جس میں ہئیت کے تجربات کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔''

(حفیظ جالندھری کا تنقیدی مطالعہ از مظفر شمیری، ص ۷۷)

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ حفیظ کو نغمگی کے میدان میں تمام شعرا پر فوقیت حاصل ہے اور انھوں نے ہئیتی اعتبار سے جو تجربے کیے ہیں وہ بھی اردو ادب میں اضافہ کرتے ہیں۔

16.3.3 نظم ''آخری رات'' کا متن

سیاہی بن کے چھایا شہر پر شیطان کا فتنہ
گناہوں سے لپٹ کر سو گیا انسان کا فتنہ
پناہیں حسن نے پائیں سیہ کاری کے دامن میں
وفاداری ہوئی رو پوش ناداری کے دامن میں
میسر ہیں زری کے شامیانے خوش نصیبی کو
اُڑھا دی سایۂ دیوار نے چادر غریبی کو
مشقت کو سکھا کر خوبیاں خدمت گزاری کی
ہوئیں بے خوف بے ایمانیاں سرمایہ داری کی
لیا آغوش میں پھولوں کی سیجوں نے امیری کو
مہیا خاک ہی نے کر دیے آسن فقیری کو
تڑپنا چھوڑ کر چپ ہو گئے جی ہارنے والے
مزے کی نیند سوئے تازیانے مارنے والے
وہ روحانی وہ جسمانی عقوبت کم ہوئی آخر
غلامی بیڑیوں کے بوجھ سے بے دم ہوئی آخر
ہوئے فریادیوں پر بند ایوانوں کے دروازے
کہ خود محتاجِ درباں ہیں جہانبانوں کے دروازے
اِسی انداز سے جا سوئی غفلت بادشاہوں کی
سرور و کیف بن کر چھا گئیں نیندیں گناہوں کی
شرابیں ختم کر کے ہو گئے خاموش ہنگامے
بالآخر نیند آئی سو گئے پر جوش ہنگامے

تھا جب زندگی کا جوش پر خاشِ اجل جاگی
عمل کو دیکھ کر مدہوش پاداشِ عمل جاگی
اُٹھایا موت نے پتھر جہنم کے دہانے سے
جہاں آتش کا دریا کھولتا تھا اک زمانے سے
بلندی سے تباہی کے سمندر نے کیا دھاوا
چٹانوں کے جگر سے پھوٹ نکلا آتشیں لاوا
دکھا دی آگ ایوانوں کو مظلومی کی آہوں نے
اُٹھائے شعلہ ہائے آتشیں بیکس نگاہوں نے
اُٹھیں مختار بن کر بے کسی کے خون کی موجیں
حصارِ مرگ نے محصور کر لیں جنگ جو فوجیں
نہ حسن و عشق نے پائی اماں قہرِ الٰہی سے
دبی پاداش امیری سے فقیری سے نہ شاہی سے
ستاروں کی نگاہوں نے دُھواں اُٹھتا ہوا دیکھا
مگر خورشید نے کچھ بھی نہ مٹی کے سوا دیکھا

(مجموعہ ''سوز و ساز'' از حفیظ جالندھری، ص ۱۷۹)

16.3.3.1 نظم ''آخری رات'' کا تجزیہ

عزیز طلبا! آپ کے نصاب میں شامل نظم ''آخری رات'' حفیظؔ جالندھری کے مجموعے ''سوز و ساز'' سے اخذ کی گئی ہے۔ ان کا یہ دوسرا مجموعۂ کلام ۱۹۳۳ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس نظم میں شاعر نے قارئین سے رابطہ قائم کرتے ہوئے یہ بات کہنے کی کوشش کی ہے کہ جب سرمایہ دار اپنے مکر و فریب سے غریبوں کو بے وقوف بنا کر ان پر ظلم کرتے ہیں اور ان مظلوموں کی آہیں خدا تک پہنچتی ہیں تب اللہ اپنے طریقے سے کیسے انصاف کرتا ہے۔ اس وقت ان ظالموں کی ذرا بھی نہیں چلتی۔ اللہ مظلوموں کی حفاظت فرماتا ہے اور ظالم اور مکر و فریب کرنے والے لوگوں کو سخت سزا دیتا ہے۔

نظم کی ابتدا شاعر کچھ یوں کرتا ہے کہ دنیا میں انسان غلط کاموں میں ملوث ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورے شہر پر شیطان کا سایہ چھایا ہوا ہے۔ چہار جانب جھوٹ، فریب اور بد عملی کا بازار گرم ہے۔ تنگ دستی کے حالات میں وفا شعاری غائب ہو گئی ہے۔ حسن اپنی خوبصورتی کا فائدہ اٹھا کر بدکاری میں لگا ہوا ہے۔ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنھیں قیمتی اشیا میسر ہے ورنہ غریب تو دیوار کے سایے سے اپنی عزت پوشیدہ رکھنے پر مجبور ہیں۔ سرمایہ داروں نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے محنت کش طبقے کو خدمت گزاری جیسے کاموں کی خصوصیات بتا کر انھیں

ملازمت پر لگا رکھا ہے اور خود بے خوف ہو کر بے ایمانیاں کر رہے ہیں۔ زمانے کا دستور یہ ہے کہ امیری کو پھولوں کی سیجوں نے اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے یعنی امیر شخص کی زندگی پھولوں کی سیج کی مانند نرم و ملائم ہے جبکہ غریب کی زندگی مشکلات سے بھری ہوئی ہے۔ اس کے پاس سونے کے لیے خاک کا فرش ہے۔ اب عشق میں تڑپنے والے لوگوں کو طعنے دینے والے خاموشی کی نیند سو گئے ہیں۔ غلامی کی زنجیریں بیڑیوں کے بوجھ سے دب کر بے دم ہو گئیں۔ روحانی اور جسمانی تکالیف موت کے بعد ختم ہو گئی ہیں۔ جو فریاد کرنے والے تھے ان پر محلوں کے دروازے بند ہو گئے کیوں کہ حکمراں خود خدا کے سامنے دست نگر ہے۔ جو گناہوں کی نیند سوتے تھے وہ اب خاموش ہیں۔ دنیا میں جتنے بھی ہنگامے ہو رہے تھے وہ اب خاموش ہو گئے ہیں۔ جب موت نے اپنے پر پھیلائے تو زندگی کا سارا جوش و خروش ختم ہو گیا۔ بلندی سے تباہی کے سمندر نے لوگوں پر حملہ کر دیا ہے۔ جو لوگ محلوں میں چین کی نیند سو رہے تھے ان کو خدا نے اپنا غیض و غضب دکھا دیا۔ بے بس و مجبور لوگوں نے سکون کی سانس لی کہ اب ان پر ظلم کرنے والے کو سزا مل رہی ہے۔ بے کس و مجبوروں کو اختیار حاصل ہوا۔ موت نے با اختیار لوگوں کو اپنے حصار میں لے لیا۔ حسن یا عشق کسی کو بھی قہرِ الٰہی سے پناہ نہیں ملی۔ چھوٹے بڑے ہر شخص کا حساب برابر کیا گیا۔ آسمان خاموشی سے یہ منظر دیکھتا رہا اور اس کی نگاہوں نے دھواں اٹھتے ہوئے دیکھا۔ سورج اپنی صفت کے ساتھ زمین کو روشن کرتا رہا۔ شاعر نے اس نظم میں زندگی کی حقیقت بیان کی ہے کہ انسان کو ایک نہ ایک دن مٹی میں مل جانا ہے تو پھر کیوں وہ مجبوروں پر ظلم کر رہا ہے اور مکر و فریب میں اپنی زندگی گزار رہا ہے جب کہ سب یہیں رہ جانا ہے۔

16.3.4 نظم ''دھنک'' کا متن

آج بادل خوب برسا اور برس کر کُھل گیا
گلستاں کی ڈالی ڈالی پتّا پتّا دُھل گیا
دیکھنا! کیا دُھل گیا سارے کا سارا آسماں
اُودا اُودا، نیلا نیلا، پیارا پیارا آسماں
ہٹ گیا بادل کا پردہ ، مل گئی کرنوں کو راہ
سلطنت پر اپنی پھر خورشید نے ڈالی نگاہ
دھوپ میں ہے گھاس پر پانی کے قطروں کی چمک
مات ہے اس وقت ،موتی اور ہیرے کی دمک
دے رہی ہے لطف کیا سر سبز پیڑوں کی قطار
اور ہری شاخوں پہ ہے رنگین پھولوں کی بہار
کیا پرندے پھر رہے ہیں چہچہاتے ہر طرف
راگنی برسات کی خوش ہو کے گاتے ہر طرف

دیکھنا! وہ کیا اچنبھا ہے ، ارے ، وہ دیکھنا !
آسماں پر، اُن درختوں سے پرے، وہ دیکھنا!
یہ کوئی جادو ہے، یا سچ مچ ہے اک رنگیں کماں؟
واہ وا! کیسا بھلا لگتا ہے یہ پیارا آسماں
کس مصور نے بھرے ہیں رنگ ایسے خوش نما؟
اس کا ہر اک رنگ ہے آنکھوں میں جیسے کھب گیا
اک جگہ کیسے اکٹھے کر دئے ہیں سات رنگ؟
شوخ ہیں ساتوں کے ساتوں اک نہیں ہے مات رنگ
ہے یہ قدرت کا نظارا ، اور کیا کہیئے اِسے؟
بس یہی جی چاہتا ہے دیکھتے رہیئے اِسے
ننھے ننھے جمع تھے پانی کے کچھ قطرے وہاں
اُن پہ ڈالا سورج نے بنا دی یہ کماں
دیکو دیکھو اب مٹی جاتی ہے وہ پیاری دھنک
دیکھتے ہی دیکھتے گُم ہوگئی ساری دھنک
پھر ہوا اس میں مل گئی وہ سب کی سب کچھ بھی نہیں
آنکھیں مل مل کر نہ دیکھو، آؤ اب کچھ بھی نہیں

(مجموعہ بہار کے پھول از حفیظؔ جالندھری،ص ۵۲)

16.3.4.1 نظم ''دھنک'' کا تجزیہ

عزیز طلبا! ابھی آپ نے ''دھنک'' نظم کی قرأت کی۔اب آپ اس کا تجزیہ پڑھیں گے۔ یہ نظم حفیظؔ جالندھری کے شعری مجموعے ''بہار کے پھول'' میں شامل ہے۔اس مجموعے میں شامل سبھی نظمیں بچوں کی نفسیات کو مدِ نظر رکھ کر کہی گئی ہیں۔ بچے کی نفسیات کو سامنے رکھ کر سادہ و سلیس زبان میں نظم کہنا مشکل کام ہے جسے حفیظؔ جالندھری نے بخوبی انجام دیا ہے۔اس میں شاعر کو دو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایک تو یہ کہ اسے سادہ خیالات کی پابندی کرنی پڑتی ہے دوسری یہ کہ سادہ اور عام فہم انداز میں اپنے خیال کی ترسیل کرنی ہوتی ہے تاکہ بچے کے ذہن تک بات کی رسائی ہو سکے۔حفیظؔ ان دونوں مرحلوں میں کامیاب ہوئے ہیں۔اس مجموعے کے دیباچے میں تاجؔ تحریر کرتے ہیں:

> ''صرف سلیس زبان میں کہنے کی مشکل نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ مشکل سلیس خیالات کی پابندی ہے۔ یہ دو ہی طرح سے ہوسکتا ہے۔ یا تو شاعر خود بچہ بن جائے۔ یا پھر بچے کے دل میں اپنی جگہ بنا لے اور وہاں اس کے فکر اور

جذبات کے طبعی راستے دیکھے اور ان پر چلے۔ ہر سلیم الطبع شخص دیکھ سکتا ہے کہ یہ دونوں طریقے کس قدر دشوار ہیں۔''

(بحوالہ دیباچہ بہار کے پھول، ص ۵ تا ۶)

جیسا کہ اس نظم کے عنوان سے ہی ظاہر ہے کہ شاعر بارش کے بعد نکلنے والی دھنک کا ذکر کر رہا ہے۔ بارش کا موسم بچوں کے لیے بڑا دل لبھانے والا ہوتا ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے کہ آج خوب بارش ہوئی اتنی کہ چمن کا پتا پتا، ڈالی ڈالی اس کے پانی سے دھل گئی۔ بارش کے بعد جب آسمان کھلا تو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے سارے کا سارا آسمان دھل کر اپنے نیلے رنگ کے ساتھ ہمارے سامنے آیا ہو۔ اب آسمان سے بادلوں کا پردہ ہٹ گیا ہے۔ جس سے کرنوں کا راستہ بھی صاف ہو گیا ہے اور وہ آسمان سے جھانک رہی ہیں۔ سورج بھی آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا ہے۔ اس کی روشنی کے دھوپ پر پڑنے سے پانی کے قطرے ایسے صاف شفاف دکھائی دے رہے ہیں جس کے سامنے ہیرے اور موتی کی چمک بھی ماند پڑ رہی ہے۔ صاف ستھری سرسبز پیڑوں کی قطاریں خوبصورت لگ رہی ہیں۔ ہری شاخوں پر رنگین پھولوں کی بہار اس کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی ہے۔ پرندے خوشی سے جھوم کر چہچہاتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ مانو وہ خوشی سے گانا گا رہے ہوں۔ اس کے بعد شاعر بچوں کی توجہ دھنک کی جانب کراتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ دیکھو آسمان پر ان درختوں کے درمیان سے کیسی رنگین کمان جھانک رہی ہے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کس مصور نے اس دھنک میں خوبصورت رنگ بھرے ہیں۔ اس کا ہر رنگ آنکھوں کو بھلا لگ رہا ہے۔ خدا کی قدرت کہ اس نے سات رنگوں کو ایک ہی جگہ یکجا کر دیا ہے۔ سبھی رنگ خوبصورتی میں ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ دل کا یہ حال ہے کہ وہ اسی منظر کو دیکھتے رہنے کا خواہش مند ہے۔ بادلوں پر جو ننھے ننھے قطرے جمع تھے ان پر سورج نے روشنی ڈال کے یہ کمان بنا دی لیکن تھوڑی دیر کے بعد یہ نظارا آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ بچے اپنی آنکھوں کو رگڑ رگڑ کے دیکھتے ہیں کہ یہ خوبصورت منظر کہاں چلا گیا۔ اب وہاں کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ قطرے ہوا میں مل کر غائب ہو گئے۔ اس نظم میں حفیظ جالندھری نے قدرتی منظر کی عکاسی دلکش انداز میں کی ہے۔

16.4 ماحصل

حفیظ جالندھری نے اپنی شاعری کا آغاز رومانی شاعری سے کیا مگر بعد میں مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں اور ہئیتی اعتبار سے بھی مختلف تجربے کیے۔ حفیظ نے اپنی شاعری کی ابتدا ۱۹۲۰ء کے آس پاس کی۔ پھر یہ سلسلہ تقریباً پچاس سال یعنی ان کی وفات تک جاری رہا۔ حفیظ کی زندگی کا ابتدائی زمانہ خوش گوار نہیں تھا مگر شعری مجموعہ ''نغمہ زار'' کی اشاعت اور اس کی مقبولیت کے بعد انھیں معاشی طور سے فراغت ہو گئی۔ حفیظ جس وقت شاعری کر رہے تھے اس وقت اقبالؔ، اصغرؔ، یاسؔ، اخترؔ شیرانی اور سیمابؔ اکبر آبادی بھی شاعری کر رہے تھے۔ ان لوگوں نے مشاعروں میں اپنی ایک جگہ بنا رکھی تھی۔ ایسے دور میں حفیظ نے سب کے نزدیک اپنی اہمیت تسلیم کروائی۔ شاعری اور اچھی آواز ہونے کے سبب مشاعروں میں حفیظ مقبول ہو گئے اور مختلف شہروں اور ملکوں میں مدعو کیے

جانے لگے۔انھوں نے شعری اصناف میں نظم کے ساتھ غزل اور گیت بھی لکھے ہیں۔''شاہنامہ اسلام'' کے سبب بھی حفیظؔ کی مقبولیت میں اضافہ ہوا۔بچوں کی نفسیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نظمیں لکھیں جوان کے مجموعے''بہار کے پھول''میں شامل ہیں۔حفیظؔ کا شمار بچوں کے کامیاب شاعروں میں ہوتا ہے۔گرامیؔ جیسے استاد کی صحبت سے انھوں نے شاعری میں اپنی انفرادیت قائم کی۔حفیظؔ جالندھری اپنے تجربات واحساسات کو آسان اور عام فہم اسلوب میں بیان کرتے ہیں۔مشکل استعارات وتراکیب سے گریز کرتے ہیں۔حفیظؔ نے پابند نظموں میں پرانی روایتی ہیئتوں کے ساتھ ساتھ مثنوی،مسمط اور قطع وغیرہ میں نئے نئے تجربات کیے ہیں۔

16.5 آپ نے کیا سیکھا؟

عزیز طلبا!اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ نے:

- حفیظؔ جالندھری کے حالاتِ زندگی سے واقفیت حاصل کی۔
- حفیظؔ جالندھری کی نظم نگاری کی خصوصیات سے متعلق معلومات حاصل کیں۔
- حفیظؔ جالندھری کی نظمیں''آخری رات''اور''دھنک'' کی قرأت کی۔
- حفیظؔ جالندھری کی نظموں کے تجزیوں کا مطالعہ کیا۔
- حفیظ جالندھری کی نظموں کی فرہنگ کا مطالعہ کیا۔

16.6 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ حفیظؔ جالندھری کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

2۔ حفیظؔ جالندھری نے اردو ادب کی مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی مگران کی شناخت کس صنف کی بنیاد پر قائم ہوئی؟

3۔ حفیظؔ جالندھری کی نظم نگاری کی خصوصیات تفصیل سے بیان کیجیے۔

4۔ نصاب میں شامل نظموں میں بچوں کی نفسیات کو مدنظر رکھ کر حفیظؔ جالندھری نے کون سی نظم تخلیق کی،اس کا تجزیہ لکھیے۔

5۔ نظم''آخری رات'' کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیجیے۔

16.7 فرہنگ

مشکل الفاظ		معنی
تقلید	:	پیروی،نقل
مرکز	:	کسی چیز،خیال یا جذبے کا درمیانی مقام
اشاعت پذیر	:	کسی شے کے پھیلنے کا عمل
اُفق	:	آسمان کا کنارہ جو زمین سے ملا ہوا دکھائی دیتا ہے

طینت	:	فطرت، جبلّت
زوال	:	ترقی یا عروج کے کم ہونے کی کیفیت
مشتمل	:	شامل ہونے والا، محیط ہونے والا
ملتفت	:	بڑے احترام سے توجہ دیا ہوا
احتساب	:	جانچ پڑتال
خستہ تن	:	کمزور
فرسودہ	:	پُرانا
فوقیت	:	افضلیت، برتری
سیہ کاری	:	بدعملی، بدکاری
ناداری	:	تنگ حالی
سرمایہ داری	:	دولت مندی
عقوبت	:	تکلیف، سختی
ایوان	:	محل
پاداش	:	بدلہ، عوض
دست نگر	:	ضرورت مند، حاجت مند
خورشید	:	سورج
ترسیل	:	بھیجنا
مصور	:	تصویر بنانے والا

16.8 کتب برائے مطالعہ

1۔ مظفر شہمیری : حفیظؔ جالندھری کا تنقیدی مطالعہ

2۔ ڈاکٹر زرینہ رحمٰن : حفیظؔ جالندھری کا فن

3۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ سیفی : ابوالاثر حفیظؔ جالندھری کی شاعری کا تنقیدی مطالعہ

4۔ حفیظؔ جالندھری : سوز و ساز

5۔ حفیظؔ جالندھری : بہار کے پھول

6۔ خواجہ محمد ذکریہ (مرتب) : کلیاتِ حفیظ جالندھری